کشمیر میں معاصر رثائی شاعری

نثاراحمدوالو

اردوشاعری کے عظیم سرمایہ میں رثائی شاعری کو بڑی اہمیت اور انفرادی حیثیت حاصل ہے۔ کیوں کہ اس میں زندگی کی اعلیٰ اور سچی قدریں پیش کی جاتی ہیں۔ اس کی تاریخ اتنی ہی قدیم ہے جتنی کہ انسانی زندگی۔ اس کی ابتدا آدم علیہ السلام سے ہوتی ہے۔ جب آدمؑ کے بیٹے قابیل نے ہابیلؑ کا قتل کیا تو آدمؑ نے اس کی میت پر آنسوں بہائے اور موزوں الفاظ میں نالہ وفریاد کیا۔ یہ سلسلہ انبیائے کرامؑ میں بھی چلتا رہا چنانچہ حضرت یعقوبؑ نے بھی اپنے فرزند حضرت یوسفؑ کے فراق میں اتنی اشک ریزی کی کہ ان کی آنکھیں شدت گریہ سے سفید ہوگئیں۔ جب معرکہ کربلا وقوع پذیر ہوا تو یہ صنف ماتیے کہ اسی معرکے کے نام ہوگئی۔ عربی و فارسی شعراء نے اپنے کلام میں اس فقید المثال معرکے کا ذکر مختلف طریقوں سے کیا ہے، جس کا تذکرہ اس مضمون میں طوالت کا باعث بن سکتا ہے اسی لئے راقم السطور ان سے صرفِ نظر کر کے آگے بڑھنے کی کوشش کرے گا۔

اگر چہ اردو میں رثائی شاعری کا آغاز دیگر کئی اصناف کی طرح دکن سے ہوا

تھا لیکن بعد میں شاعری کی یہ صنف دکن تک ہی محدود نہیں رہی بلکہ شمالی ہند، گجرات، بنگال، پنجاب اور کشمیر غرض ہر جگہ اور ہر علاقے میں اس کے نمونے بھی ملتے ہیں اور روایت بھی۔ جموں و کشمیر میں بھی اس کے نقوش اُسی زمانے سے ملتے ہیں جب سے یہاں اردو شعر و ادب پنپنے لگا۔ چوں کہ یہاں پر ابتدأ شاعروں کا زیادہ تر رجحان نظم، غزل، رباعی وغیرہ اصناف کی طرف ہی رہا۔ اس لئے ابتداء میں یہاں اردو رثائی شاعری کے کم نمونے ملتے ہیں۔ تاہم اسی زمانے میں یہاں کی مقامی زبان یعنی کشمیری میں رثائی شاعری خاص کر مرثیہ نے جو ترقی کی اس سے ایک منفرد اور بہت بڑا ادبی سرمایہ وجود میں آیا ہے۔

جب یہاں کے اردو شعراء نے اس صنف پر خامہ فرسائی کرنا شروع کیا تو ان میں سے زیادہ تر نے شخصی مرثیے لکھے۔ ایسے شعراء میں شبیر علی خان بسمل، قاضی عبداللہ خان منظور، منشی امیر الدّین امیر، منشی صادق علی، خوشی محمد ناظر، نند لال کول، طالب کاشمیری اور دینا ناتھ رفیق قابل ذکر ہیں۔ بیسویں صدی میں کشمیر کے جن اردو شعراء نے رثائی ادب کی دل و جان سے آبیاری کی ان میں تنہا انصاری ایک اہم نام ہے۔ تنہا انصاری کے بارے میں پروفیسر عبدالقادر سروری لکھتے ہیں:

''کلاسیکی انداز کے مرثیوں میں شاید کشمیر کے وہ واحد سر بلند شاعر مانے جاتے ہیں'' 1

بڑے افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ راقم کو تنہا انصاری صاحب کے مرثیے، نوحے اور سلام بسیار تلاش کے بعد بھی دستیاب نہیں ہوئے البتہ موصوف کا ایک سلام جو حال ہی میں ایک اخبار میں شائع ہوا ہے نمونے کے بطور پیش ہے۔ یہ

سلام بہ حضور سرور کائنات پیش کیا گیا ہے:

سلام اُس پر کہ جس کو فخرِ موجودات کہتے ہیں
وہ جس کی بات کو ربِ علیٰ کی بات کہتے ہیں
سلام اُس پر جو عین نوُر تھا نورِمجسم تھا
سلام اُس پر کہ سورج کی طرح جس کا نہ تھا سایا
سلام اُس پر مٹایا شرک اور الحاد کو جس نے
سلام اُس پر مٹایا جور استبداد کو جس نے
سلام اُس پر دِلوں کو جس نے ایمان کی ضیا بخشی
وہ جس نے چاند کو سورج کو تاروں کو ضیا بخشی
سلام اُس پر دِیا دنیا کو جس نے دین آفاقی
غلامی سے ملی جس کے طفیل انساں کو آزادی
سلام اُس پر کہ مٹایا فرق نسل و رنگ کو جس نے
اخُوت میں بدل ڈالا جنونِ جنگ کو جس نے
اسلام اُس پر بدل دی جس نے تقدیر ابنِ آدم کی
سلام اُ س پر کہ چرواہوں کو جس نے سلطنت بخشی

تنہا انصاری کے معاصرین میں سید اکبر ہاشمی، حکیم جلال الدین غازی، شمیم اور اکبر جے پوری جیسے نام قابل ذکر ہیں۔ اول الذّکر شعراء کا اگر چہ زیادہ تر رجحان نظموں اور غزلوں کی طرف ہی رہا، لیکن اکبر جے پوری رثائی شاعری کی آبیاری کے

سبب اپنے معاصرین میں درخشاں ستارے کے مانند نمودار ہوئے۔ ان کے نوحے اور سلام آج بھی محرم کے ایام میں عزادار ماتمی دستوں میں پڑھتے ہیں۔

شہزادی کلثوم جو کہ اکبر جے پوری کی ہمشیرہ ہے، کشمیر کی پہلی اور واحد شاعرہ ہیں جنہوں نے رثائی شاعری تخلیق کی ہے۔ کلثوم کا کلام یادگارِ کلثوم کے نام سے 1963ء میں اکبر جے پوری صاحب نے مرتب کر کے شائع کرایا تھا۔ اس مجموعے میں شہزادی کلثوم کی غزلیں، سلام اور نوحے موجود ہیں۔ ان کے مذکورہ کلام کے مطالعہ سے کلثوم کے مذہبی جوش و خروش اور اہلبیت علیہم السلام سے ان کی غیر معمولی عقیدت اور مودّت کا اظہار ہوتا ہے۔ بقول بلقیس زیدی:

> ''غزل کے علاوہ کلثوم نے کچھ سلام اور مرثیے بھی لکھے ہیں جو بہ اعتبارِ شاعری ایک بلند درجہ رکھتے ہیں اور جن میں کلثوم کی عقیدت اور رغبت کی جھلک بہت نمایاں ہے۔ فنی لحاظ سے بھی کلثوم کی شاعری کا یہ حصہ قابل داد ہے۔ تخیل کی بلندی، احساس کی پاکیزگی، شوکت الفاظ اور الفاظ کی خوب صورت نشست، کلثوم کی فنی صلاحیتوں کا ایک روشن ثبوت ہیں۔ مرثیہ یا سلام لکھنا اردو شاعری کی ایک مشکل صنف ہے اور میں پورے وثوق سے یہ کہہ سکتی ہوں کہ کلثوم نے اس مشکل صنف میں بھی اپنے رمز طبیعت کا رنگ دکھایا ہے۔ یوں محسوس ہوتا ہے جیسے انہوں نے اس سنگلاخ راہ کو بھی سہل و آسان بنا دیا ہے۔'' 2

پیش خدمت ہے ان کے ایک سلام اور ایک نوحے سے منتخب شدہ چند اشعار:

نوحہ سے منتخب اشعار:

یہی کہتی تھی زہراؑ کر کے بُکا
مرا باغ عدو نے اجاڑ دِیا
ہوئی مجھ پہ کیسی یہ ہائے جفا
مرا باغ عدو نے اجاڑ دِیا
جسے ناز و نعم سے پالا تھا
اُسی نورِ نظر کا واویلا!
گھوڑوں سے بدن پامال کیا
مرا باغ عدونے اجاڑ دِیا

سلام سے منتخب شدہ چند اشعار :

فردوس تشنہ جن کے ہے دیدار کے لئے
وہ پھول چاہیئں گل وگلزار کے لئے
ہونے کو یوں کلیمؑ بھی عیسیٰؑ بھی ہیں مگر
بخشش کا تاج ہے میرے سرکارؐ کے لئے
کعبہ ہے، کربلا ہے، مدینہ ہے، طوس ہے
کیا کیا علاقے ہیں تری سرکار کے لئے
پابند کیوں یزید ہو صوم و صلوٰۃ کا

طاعت نہ جب کہ فرض ہے میخوار کے لئے

بیسویں صدی کے آخری نصف میں جموں و کشمیر میں جن شعراء کے نام رثائی شاعری کے اُفق پر نمودار ہوئے ان میں سجود سیلانی، حکیم منظور، سید رضا اور فارق بڈ گامی منفرد مقام کے حامل ہیں۔ سجود سیلانی کے مراثی رسالہ ''سفینہ'' اور رسالہ ''الارشاد'' میں متواتر شائع ہوتے رہے ہیں۔ مراثی کے علاوہ انھوں نے سلام، نوحے اور منقبت بھی لکھے ہیں۔ ان کے ایک نوحہ کے چند اشعار ملاحظہ فرمائیں:

مارے گئے شاہِ زمن
بنت نبی کے گلبدن
وہ راکب دوشِ نبیؐ
وہ قرۃ العین علیؑ
وہ حامی قرآن تھے
وہ صاحب ایمان تھے
وہ رہ گئے تشنہ دہن

حکیم منظور کی شاعری میں کربلا ایک اہم موضوع رہا ہے انہوں نے اپنے سلام اور رثائی نظموں میں اس موضوع کو نہایت ہی سلیقے سے برتا ہے۔ موصوف نے اپنا پہلا سلام ۱۹۶۴ء میں ایک حسینی مشاعرے میں پڑا تھا۔ پیش خدمت ہیں اس سلام کے چند اشعار:

اہل حق، باطل کے آگے جھک نہیں سکتے کبھی
ایک پہلو یہ بھی ہے اسلام کی تصویر کا

دینِ حق کو ختم کرنا تو فقط اک خواب تھا
ظالموں کو کچھ پتا شاید نہ تھا تعبیر کا
ظلم و استبداد سے حق دب نہیں سکتا کبھی
ہے ازل سے فیصلہ یہ قاضیِ تقدیر کا

کربلا میں امام حسینؑ کے چھ مہینے کے فرزند علی اصغرؑ پیاس کی شدت سے العطش العطش کرتے رہے لیکن فوج اشقیا نے انہیں پانی کے بدلے تیر مار کر شہید کر دیا۔ حکیم منظور نے اس کمسن معصوم شیر خوار کی تشنہ لبی کو جس انداز سے اپنے سلام میں پیش کیا ہے اسے پڑھ کر ہر رقیق القلب انسان کی آنکھیں اشک بار ہوتی ہیں۔ دیکھیے شاعر نے کس فنکارانہ انداز سے اس واقعے کی عکاسی کی ہے:

جب تشنہ لب تھا ساقیِ کوثر کا جاں نشین
چھالے نہ کیوں پڑے ہوں دِل آفتاب میں
رک کیوں نہ گئی گردِش لیل و نہار حیف
پانی کے بدلے تیر ملا جب جواب میں

رثائی شاعری کے باب میں پروفیسر سید محمد رضا کا نام بھی بڑی اہمیت کا حامل ہے موصوف نے سلام کے ساتھ ساتھ کچھ نوحے بھی لکھے ہیں۔ سید رضا صاحب کے لکھے ایک سلام کا یہ شعر ملاحظہ فرمائیں:

یہ جو سب حسن و ہنر حرف و نوا رکھتے ہیں ہم
اے شہیدِ کربلا تیری عطا رکھتے ہیں ہم

امام حسینؑ کی المناک شہادت سے پوری عالم انسانیت متاثر ہوئی ہے اور

ہوتی رہے گی۔ یہی وجہ ہے کہ آج بھی دنیا کے مختلف مذاہب، مسالک، قوم اور طبقات کے افراد امام عالی مقامؑ کی اس عظیم شہادت کو اپنے اپنے طریقے سے یاد کر کے انسانیت کے تئیں اپنی حمایت کا اعلان کرتے ہیں۔ مرحوم ڈاکٹر عظیم امروہوی اپنے ایک مضمون میں رقمطراز ہیں:

''اردو زبان میں اس (یعنی رثائی ادب) کی تخلیق ہر علاقے ہر خطے
ہر فرقے میں ہر قوم و مذہب کے لوگوں کے ذریعے ہوئی ہے'' 3

سرزمین جموں و کشمیر میں جہاں مسلم شعراء نے رثائی شاعری کا بھرپور حق ادا کیا ہے وہیں غیر مسلم دانشوروں اور شعراء نے بھی امام عالی مقامؑ کی عظیم شہادت کو رثائی نظموں، نوحہ اور سلام کے ذریعے اپنے اپنے انداز میں یاد کر کے عقیدت کے پھول بارگاہ حسینی میں نچھاور کیے ہیں۔ ان شعراء نے امامؑ کی قربانی کو دین اسلام اور عالم انسانیت کی بقا کے لئے اہم ترین منزل قرار دیا ہے اور اپنی جدت طبع سے امام حسینؑ کی شانِ اقدس میں ایسے ایسے مضامین باندھے ہیں جن کا مطالعہ ہر دردمند دل رکھنے والے انسان کو مضطرب و بے چین کر دیتا ہے اور ساتھ ہی باطل سے بیزاری کے لیے بھی تیار کرتا ہے۔ مذکورہ غیر مسلم شعراء کی تعداد بھی کافی ہیں جن میں عرش صہبائی، جگدیش راج دل کاشمیری، پرفیسر رام ناتھ شاستری، عابد مناوری، سردار جگناتھ دلگیر، سردار اوتار سنگھ چندن اور پرتپال سنگھ بیتاب وغیرہ شامل ہیں۔ اِن سارے شعراء کے کلام کے نمونوں کو یہاں پیش کرنے کی گنجایش نہیں ہے۔ اس لئے میں اختصاراً چند شعراء کے نمونہ کلام کو پیش کر رہا ہوں:

عابد مناوری کے سلام کے یہ تین شعر:

ذکر غم حسینؑ کی تاثیر دیکھئے
پر نم ہے چشم پیکر تصویر دیکھئے
آل عبا کے ہاتھ میں ہے دین کی سپر
بے کار ہے یزید کی شمشیر دیکھئے
عابد سلام آپ کا کتنا ہے جان گداز
مجلس تمام آج ہے دلِ گیر دیکھئے

سردار اوتار سنگھ کے سلام سے یہ چار شعر :

راز دل آشکار کرتے ہیں
ہم تیرا انتظار کرتے ہیں
شمعِ اسلام شہادت کے امین
تجھ پہ ہی جان نثار کرتے ہیں
تیر تجھ کو لگا تو یہ جانا
اشقیاء ہم پہ وار کرتے ہیں
وردِ لب جن کے ہو علیؑ کا نام
وہی طوفاں کو پار کرتے ہیں

پرتپال سنگھ بیتاب کے سلام سے یہ انتخاب ملاحظہ کیجیے :

وہ تشنگی، صحراؤں میں وہ دھوپ کی شدت
آنا تھا جنھیں عرصہ یلغار میں آئے
مفہوم کسی لفظ کا اوڑھے نہ لبادہ

جب عزمِ علیؑ کاوش اظہار میں آئے
بیتاب وہی لوگ تھے کردار کے پیکر
سر لے کے ہتھیلی پہ جو اشرار میں آئے

درج بالا اشعار سے ان شعراء کی عقیدت امام اور فلسفۂ کربلا کی گہری وابستگی کا اندازہ ہوتا ہے۔

کشمیر کے عصر حاضر کے شعراء کی فہرست میں ڈاکٹر سید شبیب رضوی کسی تعارف کے محتاج نہیں ہے انھوں نے اپنی تمام عمر شعر وادب کے گیسو سنوارنے میں صرف کی ہے۔ پروفیسر جعفر رضا ان کے بارے میں رقم طراز ہیں:

''ڈاکٹر شبیب رضوی قادر الکلام شاعر ہیں۔ ان کے اشعار کی تعداد اتنی زیادہ ہے کہ کسی کو یقین نہیں آئے گا۔ جی۔ ہاں، چالیس ہزار (میں چشم دید گواہ ہوں) ان میں تقریباً تمام اصنافِ شعر ہیں.... نظم وغزل، قصیدہ، مثنوی، رباعی، مرثیہ، سلام نوحہ وغیرہ۔ لیکن وہ اپنے کلام کی اشاعت سے ہمیشہ بے نیاز رہے ہیں'' 4

اگر پروفیسر جعفر رضا کی اطلاع صحیح ہے تو شبیب صاحب جموں وکشمیر کے اس وقت ایسے واحد شاعر ہیں جن کے یہاں رثائی شاعری کا سب سے بڑا سرمایہ موجود ہے۔ ان کے ایک سلام سے یہ چند شعر ملاحظہ کیجیے:

السلام اے میوۂ قلبِ رسولؐ
السلام اے خنکیِ چشمِ بتولؑ
السلام اے نور عینِ مُرتضیٰ

السلام اے ہم نصیبِ مجتبیٰ
السلام اے بادشاہِ کربلا
السلام اے موردِ ظلم و جفا
السلام اے بیکس و مضطر حسینؑ
السلام اے شہرِ یارِ مشرقین
السلام اے تشنہ لب، تشنہ دہن
السلام اے مرکزِ رنج و محن

عصر حاضر میں جموں وکشمیر کے صوبہ جموں سے جہاں خورشید کاظمی ذوالفقار نقوی اور لیاقت جعفری وغیرہ کے نام رثائی شاعری کے باب میں اہم ہیں وہی صوبہ کشمیر سے نذیر آزاد، شفق سوپوری، شاہد بڈگامی، ہمدم کاشمیری، بشیر بڈگامی، غضنفر شہباز، کفایت فہیم، قتیل مہدی، راشد مقبول، شبیر ماگامی، میر شبیر، مشتاق حیدر، تنویر طاہر، پرویز مانوس، ذیشان جے پوری وغیرہ ایسے شعراء ہیں جو حسینی نظمیں، سلام اور نوحے تواتر کے ساتھ لکھ رہے ہیں۔ میں اس مضمون کا اختتام ڈاکٹر عظیم امروہوی کے اس اقتباس سے کرنا چاہوں گا:

''رثائی ادب چوں کہ زندہ جاوید کرداروں کے تذکرے پر مشتمل ہے اس لئے لاکھ تلف ہونے کے باوجود بھی اس کا ایک بڑا حصہ آج بھی موجود ہے جسکی وجہ بھی یہ ہے کہ یہ زندہ ادب ہے اسلئے آیندہ بھی زندہ رہے گا اور اس کے جاوداں کردار اسے جاوداں رکھیں گے''۔ 5

حوالہ جات:

1 کشمیر میں ا ردو، پروفیسر عبدلقادر سروری، کلچرل اکیڈمی سرینگر کشمیر (جلد سوم) ۲۰۱۸ء۔ص ۴۸

2 یادگارِ کلثوم، مرتب اکبر جے پوری، ۱۹۶۳ء۔ص ۹

3 خونیں نوا، مرتب عرفان ترابی، ترابی پبلیکیشنز کاوہ پورہ سوناواری، ۲۰۱۱ء۔ص ۱۳

4 حرفِ فروزاں، ڈاکٹر شبیب رضوی، امام حسین چیئر، ایجوکیشنل ٹرسٹ کشمیر ہ علمگری بازار سرینگر، مئی ۲۰۰۲ء۔ص ۷

5 خونیں نوا، مرتب عرفان ترابی، ترابی پبلیکیشنز کاوہ پورہ سوناواری کشمیر، ۲۰۱۱ء۔ص ۱۳

☆☆☆